۲۲ جولائی ۱۹۷۲ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر
آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۸، ۱، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۱۸

پروفیسر آل احمد سرور

مولانا ضیاء احمد بدایونی

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

۸ر جولائی ۱۹۷۲ء کو مولانا ضیاء احمد بدایونی کا علی گڑھ میں اٹھتر (۷۸) سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

مولانا ضیاء احمد بدایوں کے ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا مولانا رفیع احمد عالی کی کتابیں تنقیح اللغات اور یادگار عالی، مولانا ضیاء احمد کی ترتیب سے شائع ہوئی تھیں۔ ان کے بڑے بھائی رضی بدایونی ایک خوش فکر اور خوش گو شاعر تھے اور ان کے کلام کی تازگی اور پختگی دونوں ارباب نظر پر روشن ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی آفتاب احمد جوہر بھی بڑے اچھے شاعر ہیں اور ان کی فکر کی بلندی اور اسلوب کی شگفتگی مسلّم ہے۔ مولانا ضیاء احمد بھی شعر کہتے تھے اور ان کی بعض غزلوں اور نظموں میں پختگی اور رچاؤ ہے مگر دراصل وہ عربی، فارسی اور اردو ادب کے بڑے بلند پایہ عالم تھے اور اس دور میں کم ہی لوگ ایسے ہوں گے جن کی نظر ہمارے کلاسیکل سرمائے پر اتنی گہری ہو۔

بدایوں بہت قدیم شہر ہے۔ صدیوں سے یہ علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا یہیں پیدا ہوئے تھے اور ان کے بھائی حضرت سید احمد یہیں مدفون ہیں۔ التتمش یہیں کا گورنر تھا اور جامع مسجد شمسی اسی نے بنوائی تھی۔ اکبر نے بعد میں اس کی از سر نو تعمیر کرائی۔ ملا عبد القادر بدایونی کے نام سے تو ہر مورخ واقف ہے۔ ان کے ایک قصیدے میں بدایوں کو بدآون لکھا گیا ہے۔ مجھے اپنے وطن پر فخر ہے لیکن میرے اندر خارِ وطن کو سنبلِ وریحان سمجھنے والی رومانیت نہیں ہے۔ میں ساری دنیا کو اپنا وطن اور پوری انسانیت کو اپنا سمجھتا ہوں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو بدایوں میں ہر طرف شعر و شاعری اور علوم اسلامیہ کے چرچے تھے۔ شعرا میں فانی بدایونی، قمر بدایونی، نوآ بدایونی، علما میں مولوی محب احمد، مولانا عبد القدیر، مولوی یونس علی، مولانا عبد الماجد، ادیبوں میں سید محفوظ علی، نظامی بدایونی، قاضی غلام امیر اور شیخ وحید احمد کی شہرت تھی۔ یہ عرسوں اور مشاعروں، مذہبی مناظروں اور مقدمہ بازیوں کا شہر تھا۔ قدامت یہاں سب کچھ تھی اور وضعداری قدرِ اعلیٰ۔ اس دور میں اگرچہ زندگی کی تیز رفتاری اور دنیا کے حالات میں تغیر کا احساس کم تھا مگر بہرحال یہ دنیا ایک تہذیبی ماحول، ایک ادبی ذوق اور ایک علمی نظر رکھتی تھی جو محدود ہونے ہوئے بھی لائق احترام اور قابل قدر تھا۔ اسی برادری کے ایک ممتاز فرد مولانا ضیاء احمد تھے جنھوں نے بدایوں کے محدود ماحول پر قناعت نہ کی، بلکہ علمی و تعلیمی زندگی کو اپنے لئے پسند کیا اور بریلی، الہ آباد، علی گڑھ اور دہلی میں ان کی زندگی کا خاصا زمانہ گزرا۔

مولانا ضیاء احمد ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ قدیم دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم درس نظامی کے نہج پر حاصل کی اور مولانا محب احمد سے جو اس زمانے کے مشہور معلم تھے، عربی پڑھی

عربی اور فارسی میں اچھی استعداد حاصل کرنے کے بعد وہ انگریزی تعلیم کی طرف مائل ہوئے اور غالباً ۱۹۱۶ء میں انھوں نے اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد بریلی کالج سے ایف۔ اے، بی۔ اے اور ایم۔ اے کیا۔ ایم۔ اے میں ان کا مضمون فارسی تھا۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد انھوں نے ایل ٹی کرنے کی غرض سے الٰہ آباد کے ٹریننگ کالج میں داخلہ لے لیا اور اگرچہ اُن کا علمی ریکارڈ اب تک نہایت شاندار رہا تھا مگر اپنے شرمیلے پن کی وجہ سے وہ ایل ٹی کے عملی امتحان میں فیل ہو گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر زبید احمد کی نگرانی میں انھوں نے ریسرچ شروع کی۔ شرح دیوان مومن اسی زمانے کی یادگار ہے۔ ۱۹۲۶ء میں وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی میں جونیئر لکچرر مقرر ہوئے جہاں سے ۱۹۵۸ء میں پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ اس کے بعد انھوں نے کچھ عرصہ انجمن ترقی اردو ہند میں ایک جامع اردو لغت کی تیاری کے کام کی نگرانی کی، مگر جب وسائل نہ ہونے کی وجہ سے یہ اسکیم سال بھر کے بعد آگے نہ چل سکی تو وہ دلی چلے گئے اور دہلی یونیورسٹی میں ایک اردو لغت کی تیاری کے کام کی نگرانی کرتے رہے۔ تقریباً دس سال اس کام پر انھوں نے محنت کی اور خاصا مواد تیار کر دیا۔ ادھر دو سال سے وہ علی گڑھ میں مقیم تھے۔ صحت اچھی خاصی تھی۔ اچانک گر پڑے اور دماغ پر چوٹ آئی جس سے جانبر نہ ہو سکے۔

مولانا ضیاء احمد جیسے عالم اور معلم میری نظر سے کم گزرے ہیں۔ وہ ساری عمر پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ وہ نمود و نمائش سے کوسوں دور رہے۔ وضع قطع سادہ رہی۔ ان کا زیادہ تر وقت یا تو مطالعے میں گزرتا تھا یا اُن طالب علموں کی مشکلات رفع کرنے میں جو ہر وقت انھیں گھیرے رہتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک جب کسی شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آتا تھا یا جب کسی ادبی نکتے کے سلسلے میں اختلاف ہوتا مولانا ضیاء احمد سے رجوع کرتا تھا اور مولانا نے کبھی مایوس نہیں کیا۔ میں نے تو اپنی ایک ابتدائی نظم پر جو مولانا محمد علی کے متعلق تھی، مولانا سے اصلاح بھی لی تھی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ اپنی قدیم وضع اور کلاسیکل ادب پر اتنی گہری نظر کے باوجود مولانا ادبی مسائل میں قدامت پرست اور کٹر نہ تھے، بلکہ نئی تحریکات اور میلانات کا بھی برابر مطالعہ کرتے رہتے تھے اور ان سے یکسر بیزار نہ تھے۔ ان کے ادبی فیصلے خاصے متوازن ہوتے تھے۔ یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ یگانہ چنگیزی سے ان کے خاصے مراسم تھے اور یگانہ اکثر اپنی تازہ غزلیں اُن کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ ضیاء احمد صاحب یگانہ کی شاعری کے خاصے معترف تھے گو ان کی شخصیت میں جو کجی تھی اسے نظر انداز بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مومن سے اس قدر شغف کے باوجود انھوں نے مومن کے تجزیے میں نیاز فتح پوری کی طرح طرفداری سے کام نہیں لیا بلکہ سخن فہمی کا خاصا ثبوت دیا۔ اُن کے خیالات میں کہیں الجھن نہ ملے گی۔ ان کی تحریر میں تصنع یا خطابت نہیں ہے۔ یہ سیدھی سادی علمی نثر ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب۔ ان کا خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور وہ اپنے خطوں میں اکثر موقع محل سے فارسی کے اشعار بھی لکھا کرتے تھے جن کی وجہ سے یہ خط دلچسپ ہو جاتے تھے۔ مولانا نے نہ کبھی علی گڑھ کی سیاست میں حصہ لیا نہ ملک کی سیاست میں۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی علم و ادب کی خدمت میں گزار دی۔ اس دور میں جب علم و ادب کی ہی نہیں، زندگی کی ساری قدریں اتھل پتھل ہو رہی ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم مولانا ضیاء احمد جیسے اہل نظر، عالم، ادیب اور نیک نفس انسانوں کے کارناموں کو یاد رکھیں کیونکہ ان لوگوں نے جس طرح علم کے چراغ روشن رکھے ہیں اور جس طرح ادب اور اس کے آداب سکھائے اور بتائے ہیں وہ ان کا ایسا احسان ہے جس سے ہم کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

مغربی بنگال کی ریاستی شاخ کی نئی تنظیم

صدر انجمن نے مغربی بنگال کی ریاستی شاخ کو اور فعال بنانے کے لئے ایک ایڈہاک کمیٹی بنائی ہے جس کے کنوینر جناب سالک لکھنوی مقرر کئے گئے ہیں۔ کمیٹی کے ۳۶ رکن ہیں۔ یہ کمیٹی مغربی بنگال میں انجمن کی مقامی شاخیں قائم کرے گی، ان کے عہدہ داروں کے اجتماع میں ریاستی شاخ کی مجلس عاملہ اور عہدہ داروں کا انتخاب کرائے گی۔ کمیٹی کو اس کام کے لئے چھ ماہ کی مدت دی گئی ہے۔ اس عرصے میں یہ کمیٹی ریاستی شاخ کے سارے کام انجام دے گی۔

کمیٹی کے اراکین کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) جناب سالک لکھنوی (کنوینر) (۲) عبدالرؤف انصاری ایم۔ ایل۔ اے (۳) ابراہیم ہوش (۴) احمد سعید ملیح آبادی۔ (۵) شمس الزماں (۶) رئیس الدین فریدی (۷) خواجہ محمد یوسف ایڈوکیٹ (۸) حاجی عبدالقیوم (۹) جی۔ ایم۔ طاہر (۱۰) محمد عثمان منیجنگ ایڈیٹر عصر جدید (۱۱) راز عظیم (۱۲) محمد تسیم الدین رشک ایڈوکیٹ (۱۳) حسن امام ایڈوکیٹ (۱۴) پروفیسر شاہ وصی الدین (۱۵) پروفیسر جاوید نہال۔ (۱۶) ڈاکٹر اے۔ ایم۔ او۔ غنی (۱۷) مظہر انصاری۔ (۱۸) ظفر العالم (۱۹) حشمت فتح پوری (۲۰) مشہود عالم آفاقی (۲۱) غلام حسین ایاز (۲۲) ناظر الحسینی (۲۳) طارق عادل (۲۴) عزیز الحسینی (۲۵) عزیز انصاری۔ (۲۶) قمر آروی (۲۷) اے۔ مجید (۲۸) علقمہ شبلی (۲۹) اعزاز افضل (۳۰) ڈاکٹر ہیرا لال چوپڑا (۳۱) کپتان بھاگ سنگھ ایم۔ ایل۔ اے ایڈیٹر سکھ ریویو (۳۲) شانتی رنجن بھٹاچاریہ (۳۳) سریندر بجاج (۳۴) اوم پرکاش بھاٹیا (۳۵) مسز نور الصبا شاہ (۳۶) نیاز محمد خاں ترین۔

پروفیسر آل احمد سرور۔ جنرل سکریٹری

پروفیسر محمد حسین شاکر

ہندی کو مقبول بنانے میں اردو اہم رول ادا کر سکتی ہے

ہندی کے اندھے پریمیوں کا ایک فرقہ پرست طبقہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ جب تک اردو کو مٹایا نہیں جائے گا ہندی پنپ نہیں سکے گی۔ اس نے اردو کا کریا کرم کرنے کے لئے وہ ایسے سیاسی ہتھکنڈے استعمال کرتا رہا ہے جس سے مذہبی جذبات بھڑک اٹھیں اور اکثریت کے دلوں میں اردو سے نفرت اور اردو بولنے والوں سے بیزاری پیدا ہو جس کے نتیجے میں اکثریت کا دباؤ محسوس کر کے کوئی بھی حکومت اردو کو قانونی ضمانت دینے کے لئے تیار نہ ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے وہ اردو کو کبھی مسلمانوں کے مذہبی اور تہذیبی رشتے سے وابستہ کرتا ہے اور کبھی اس میں غیر ملکی عناصر کی نشاندہی کر کے اس کو دیس نکالا دینے کا پرچار کرتا ہے۔ در اصل وہ یہ نہیں جانتا کہ ہندی کو اردو سے بیگانہ کر کے وہ ہندی کو کتنا نقصان پہنچا رہا ہے اور اردو دشمنی میں ہندی کو سنسکرت کے ثقیل اور نامانوس الفاظ و محاورات سے بوجھل بنا کر عوام کے لئے ناقابل قبول بنا رہا ہے۔

اپنے جوش جنوں میں ہندی کے تنگ نظر پریمی یہ نہیں سمجھتے کہ ملک میں وہی زبان رائج ہوتی ہے جو عام فہم، سلیس و سادہ ہونے کے ساتھ عوام کے لب و لہجہ سے قریب تر ہو۔ ان کو ہندی سے اتنا پریم نہیں جتنا اردو سے بیر ہے۔ اسی دشمنی کے جذبے کے ماتحت وہ ان تمام الفاظ کو ہندی سے نکال دینا چاہتے ہیں جو ہندی اور اردو کے میل ملاپ سے عوام کی زبان پر چڑھ گئے ہیں۔ نتیجہ اس کا وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ عوام تو عوام خواص بھی اب تک اس غیر فطری جناتی زبان کو اپنا نہیں سکے۔ جنتا کو جنتا بانی کی ضرورت ہے دیو بانی کی نہیں یہی وجہ ہے کہ کروڑوں روپیہ سرکاری خزانہ سے اس کی ترویج و اشاعت پر خرچ ہو جانے کے باوجود اور اسکولوں میں ہندی کو لازمی قرار دے کر اس کو رابطہ کی زبان بنانے کے لئے ملک گیر پروپگنڈے کے باوجود ہندی اب تک عوام کی زبان نہیں بن سکی۔ ملک بھر میں تو کیا دو گھروں بلکہ دو عزیزوں کے مابین بھی یہ غیر فطری زبان اب تک آزادانہ اظہار خیال کا ذریعہ نہیں بنی۔ بخلاف اس کے جتنی شدت سے اس ثقیل ہندی کا پرچار کیا گیا اور جتنے جبر و تشدد سے اردو کو مٹانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی الٹا اثر ہوا۔ سارے ملک میں بے اعتمادی اور بدگمانی کی فضا پیدا ہو گئی اور زبان کی بنیاد پر جگہ جگہ ملک بٹنے لگا۔ ہر لسانی خطہ کو ہندی کی جارحیت سے بچنے کے لئے اپنی زبان کے تحفظ کی فکر پڑ گئی۔ جنوب میں تامل، تلگو، ملیالم اور کنڑا والوں نے اپنے مورچے سنبھال لئے۔ شمال مغرب میں پنجابی کے کان کھڑے ہو گئے اور شمال مشرق میں بنگالی اور آسامی وغیرہ نے اپنی سرحدیں دوسری زبان کے لئے بند کر دیں۔ سارے ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور تقسیم در تقسیم کے مطالبے ہونے لگے۔ یہ سب ہندی کے جنونی پرچارکوں کے اردو پر پے در پے جارحانہ حملوں کے عواقب اور نتائج ہیں۔ جب ملک میں چاروں طرف لسانی ہیجان پیدا ہو گیا تو کچھ عقل ٹھکانے آئی۔ اور وہی لوگ جو اردو سے دشمنی کا پرچار کرتے پھرتے تھے اب اردو کے حق کی باتیں کرنے لگے ہیں اور اردو کو ہندوستانی زبان اور ہندو مسلم ایکتا کی نشانی سمجھنے پر مجبور معلوم ہوتے ہیں۔ اردو کے کٹر دشمن جن سنگھ اور راشٹریہ سیوک سنگھ بھی اب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اردو ہندوستان کی ہی بھاشا ہے اور سب کی مشترک زبان ہے۔ خیالات میں یہ تغیر اگرچہ کانگریس کے خلاف ایک سیاسی اور انتخابی حربہ ہے مگر بظاہر خوش آئند ہے۔ اس سے بڑی حد تک ہمارا کام ہلکا ہو گیا ہے۔ کیونکہ جس حقیقت کو یہ جھٹلاتے نہیں تھکتے تھے آج تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے حقائق کی تفصیلات بیان کر کے اب یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہی کہ اردو سب ہندوستانیوں کی مشترکہ میراث ہے اور یہاں کے سب باشندوں نے مل کر اس کو جنم دیا ہے۔

اردو کے ساتھ گذشتہ پچیس سال تک جو غلط برتاؤ روا رکھا گیا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں اردو کی یہ کرامت سمجھی جاتی ہے کہ پچیس سال تک مسلسل کچلے جانے کے باوجود وہ اب بھی ملک میں سکۂ رائج الوقت ہے۔ اس کی بین وجہ یہ ہے کہ اس ملک کے باشندوں نے بلا امتیاز مذہب و ملت صدیوں کے میل جول سے باہمی افہام و تفہیم کے لئے فطری طور پر اس کو جنم دیا ہے۔ اس کے الفاظ و محاورات ان کے حافظے میں رچ بس گئے ہیں۔ ان کے مذہب و دھرم، تہذیب و ادب کا ایک کثیر اور عظیم سرمایہ اس زبان میں محفوظ ہے۔ وہ آسانی سے اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔

حالیہ مردم شماری کے اعتبار سے اب بھی اردو مادری زبان والوں کی تعداد تین کروڑ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ اگرچہ اس سیاسی اور لسانی منافرت کے دور میں ان اعداد و شمار کی صحت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ سچ پوچھئے تو سارے نام نہاد ہندی علاقے در اصل اردو کے علاقے ہیں۔ ان علاقوں میں اردو عام طور پر اب بھی نہ صرف بولی اور سمجھی جاتی ہے بلکہ اسی زبان میں زبان و قلم اور پریس کے ذریعہ سیاسی، مذہبی اور تہذیبی پرچار کیا جاتا ہے۔ ایسی ہر دلعزیز زبان کے خلاف محاذ بنانا در اصل فطرت کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف تھا۔

ہم ہندی کے پریمیوں سے اب بھی یہی کہتے ہیں کہ اردو کو آزادی کے ساتھ پھلنے پھولنے دیں۔ ہندی اور اردو کے درمیان حد فاصل قائم نہ کریں۔ دونوں کو ساتھ ساتھ نشو و نما پانے کا

موقع دیں۔ ہندی اب بھی اردو سے بہت کچھ لے سکتی ہے اور اردو کی مدد سے صحیح معنی میں راشٹر بھاشا کا روپ دھارن کرکے انگریزی کو خیرباد کہہ سکتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں زبانوں کے میل ملاپ سے ایک زمانہ ایسا بھی آجائے کہ رسم الخط کے اختلاف کے سوا ہندی اردو کا امتیاز ہی باقی نہ رہے۔ اور کیا تعجب ہے کہ کبھی آگے چل کر رسم خط کی دوری بھی مٹ جائے اور دونوں زبانوں کے لب و لہجے اور تلفظ و مخارج کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے باہمی کچھ سننے سے کوئی مشترکہ رسم خط عالم وجود میں آجائے۔ ہندی کو ملک گیر قومی و عوامی زبان بنانے کے لئے جہاں ملک کی دوسری رائج الوقت زبانوں کے ذخیرہ الفاظ سے مدد لینے کی ضرورت ہے وہاں اردو کے عام الفاظ و محاورں کو بھی اپنانا ضروری ہے کیونکہ اردو ہندوستان کے ہر حصہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور اپنے اندر بڑی جاذبیت اور کشش رکھتی ہے۔ پھر ہندی اردو سے قریب تر بھی ہے۔ ایک ہی ماں کی دو بیٹیاں ہیں ان دونوں میں افعال ضمائر اور حروف کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں زبانوں کی گرامر بھی قریب قریب ایک ہے ظاہر ہے کہ سنسکرت ایک کٹھن اور دشوار زبان ہے یہ عوام کی زبان نہ پہلے کبھی تھی نہ اب بن سکتی ہے تاریخی اعتبار سے اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی سنسکرت مخصوص طبقوں کی سرپرستی سے باہر نکل کر عوام تک رسائی حاصل نہ کر سکی۔ تو اس کی مدد اور سہارے سے ترقی پانے والی ہندی زبان کس طرح عوامی زبان بن سکتی ہے۔

غرض ہندی پریمیوں کو چاہیئے کہ فطرت کی طلب اور زمانے کے تقاضے کو سمجھیں اور سنسکرت نوازی کی موجودہ پالیسی سے دستبردار ہو کر ہندی کو سہل اور عام فہم بنانے کی کوشش کریں اور اس کی اشاعت و ترقی میں اردو کے عام فہم ذخیرۂ الفاظ سے فائدہ اٹھائیں۔

(صفحہ ۵ سے آگے)

جو آج کے زمانے میں جب علم کی طرف سے بالعموم اور ٹکنالوجی کے مقابلے میں ادبیات کی طرف سے بالخصوص زیادہ پیچیدہ ہوگئی ہیں۔

سب سے پہلے تو خود اردو مدرسین اور معلمین میں یہ اعتماد ضروری ہے کہ اردو کی تدریس و تعلیم کار فضول نہیں ہے۔ اردو مدرس کی نظر اس بات پر رہنی چاہیئے کہ اردو خواہ کتنے ہی مسائل کا شکار کیوں نہ ہو ہندوستان میں عام طور پر بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے اس کے لہجے کی شائستگی اس کے محاورے کی مٹھاس اس کے تراش خراش آج بھی ہر محفل میں خراج عقیدت وصول کر لیتی ہے۔ ایک بار تعصب کی دیوار گر جائے تو آج بھی ملک کی سماجی زندگی میں اردو کا بہت بڑا حصہ ہے اس کا رواج آج بھی عوام کے دلوں پر ہے۔ آج ایسا نصاب درکار ہے جو ٹیلی ویژن، فلم، صحافت، ریڈیو، پی۔ آئی۔ بی۔ دارالترجمہ اور ترقی اردو بورڈ میں کام آسکے جو اردو کے طالب علم کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکے۔

دوسرا اہم پہلو اپنی بنیادوں کو وسیع کرنے کا ہے آج اردو کی تعلیمی بنیاد کا حال یہ ہے کہ اس کی اوپری سطح وسیع بھی ہے اور زیادہ ٹھوس بھی لیکن اس کی بنیادیں سکڑ گئی ہیں اور کمزور ہوتی جا رہی ہیں ریسرچ کا کام بہت کچھ بڑھا اور پھیلا ہے معیار بھی ایسا برا نہیں۔ مگر ثانوی اور ابتدائی سطحوں پر تعداد گر گئی ہے اردو اسکول اکثر جگہ بری حالت میں ہیں اور ایسے اسکول جہاں اردو بحیثیت اختیاری مضمون کے پڑھائی جاتی ہے بہت کم رہ گئے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک بہت بڑا کام اردو رسم خط کی تدریس و تعلیم کے آسان طریقے کی مدد سے انجام پا سکتا ہے اکثر علاقوں میں مسئلہ زبان اور قواعد سکھانے کا نہیں محض اردو رسم خط سکھانے کا ہے۔

دوسرا قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ ہم کیا پڑھائیں اور کیسے پڑھائیں۔ آج کا زمانہ پیشہ ورانہ مہارت کا زمانہ ہے۔ مگر یہ تعمیری کام اب محض کلاس کے خطبات کے ذریعے ممکن نہیں۔ اردو داں طلبہ کے لئے کچھ پیشے اور ہنر کے دروازے اب بھی کھلے ہیں البتہ ہمارے تعلیمی نصاب کو ان کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے ذرا اونچی سطح پر خطاطی سکھانا مفید ہو سکتا ہے تاکہ خطاطوں کی نایابی کل اردو طباعت کے لئے خطرہ نہ بن سکے اور آگے بڑھ کر ترجمے کے اصول اور مشق مفید ہوگی ترقی اردو اور مختلف اکیڈمیوں کو پی۔ آئی۔ بی اور اردو اخبارات کو جو مترجم درکار ہیں ان کی فراہمی اردو کے مختلف شعبوں کے ذریعے ہو سکے گی فلم، ٹیلی ویژن اور ریڈیو اسٹیج ڈراما سبھی میں اردو لکھنے والوں کے لئے گنجائش ہے بشرطیکہ وہ ان وسائل کو برتنے کی مشق رکھتے ہوں پھر صحافت میں بھی گنجائش کچھ کم نہیں ہے۔ غرض اپنے نصاب کو دو حیثیتوں سے بدلنے کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ اس میں قدیم ادبیات سے کہیں زیادہ زور زبان اور اس کے مختلف ذرائع اظہار پر دیا جائے دوسرے نصاب کو ہم زیادہ سے زیادہ VOCATIONAL بنائیں تاکہ اردو کی تعلیم بھی پیشہ ورانہ مہارت پیدا کر سکے۔

اس کے ساتھ جڑا ہوا مسئلہ ہمارے طریق تعلیم کا ہے AUDIO-VISUAL ذرائع کا زمانہ ہے جہاں پڑھے جانے والے لفظ پر سننے اور دیکھے جانے والے لفظ کو فوقیت حاصل ہے۔ آج ضرورت اس کی ہے کہ تدریسی تکنیک میں انقلاب پیدا کیا جائے ایک طرف تو تدریسی عمل کو زیادہ دلچسپ اور دل کش بنانا ضروری ہے دوسری طرف تدریسی عمل میں طلبہ کی زیادہ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

اقتباس خطبۂ صدارت انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند کانفرنس

(از پروفیسر محمد حسن صدر انجمن)

(اورنگ آباد میں ۱۲ جون سے ۱۵ جون تک ہونے والی انجمن اساتذہ جامعات ہند کی کانفرنس میں انجمن کے صدر اور شعبۂ اردو کشمیر یونی ورسٹی کے سربراہ جناب پروفیسر محمد حسن صاحب نے جو معلومات افزا اور بصیرت افروز خطبۂ صدارت پیش کیا ہم اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے ذیل میں اس کے چیدہ چیدہ اقتباسات قارئین ہماری زبان کے مطالعہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ادارہ)

ہم تاریخ کے ایک اہم موڑ پر ہیں۔ ہمیں آزاد ہوئے اور اردو کو مظلوم و مطعون ہوئے پچیس سال گزر گئے یہ بات لائق مبارکباد ہے کہ پچیس سال کی بے پناہ ظلم اور مجرمانہ بے توجہی کے باوجود ہماری زبان اور ہمارا ادب زندہ ہے اس تجربے میں اردو والوں کی اپنی کوششوں کو دخل بھی سا دخل ہے کارنامہ ہے تو زبان کی اپنی توانائی کا ہے۔ جو اس وقت بھی مرنے کو تیار نہیں ہوئی جب کہ اس کے بھی خیر خواہ اسے رو پیٹ کر بیٹھ رہے تھے۔ آج ہم ایک نئی صورت حال سے دوچار ہیں۔ اردو ابھی گہن سے نہیں نکلی۔ تمام وعدے وعید کے باوجود اردو کو مناسب حقوق نہیں ملے لیکن اتنا ضرور ہوا ہے کہ پچیس سال میں پہلی بار ملک کے جمہوری ضمیر کو اردو کے ساتھ بے انصافی کا تھوڑا بہت احساس ہوا ہے۔ اردو کے خلاف رائے عامہ میں جو شدید اور بے جا تعصب تھا وہ بہت کچھ کم ہوا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رائے عامہ کی یہ تبدیلی معمولی نہیں بلکہ نہایت اہم ہے۔ رائے عامہ میں اردو کے حق کے سلسلے میں مناسب تبدیلی لانا ضروری ہے اردو کی لڑائی محض ایک زبان یا محض ایک ادب کی لڑائی نہیں ملک کے جمہوری عناصر اور جمہوری حقوق کی لڑائی ہے اردو کا رشتہ ناگزیر طور پر ملک میں جمہوریت کے مستقبل سے جڑا ہوا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ملک کا جمہوری ضمیر اردو کے حقوق کے سلسلے میں بیدار ہو صرف یہی ملک میں اردو کے مستقبل کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

آج خوش قسمتی سے ملک میں یہ نئی فضا موجود ہے رائے عامہ اردو کے حق میں نہ سہی کم سے کم اس تعصب سے کسی حد تک آزاد ہوئی ہے جو پچھلے ۲۵ سال سے حقائق کو چھپائے ہوئے تھا اس کے نتیجے کے طور پر بعض اہم گوناگوں اقدامات کئے گئے ہیں مرکزی سطح پر ترقی اردو بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ دوسری جدید ہندوستانی زبانوں کی طرح اردو کو بھی کالج اور یونی ورسٹی کی سطح پر نصابی کتابیں تیار کرانے کے لئے ایک کروڑ کی رقم دی گئی وزیر نشریات و اطلاعات شری اندر کمار گجرال کی سربراہی میں ۱۶ رکنی اردو کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جس کی رپورٹ جولائی میں شائع ہونے والی ہے کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے تعلیمی، انتظامی اور عدالتی سطح پر اردو کی صحیح صورت حال پر رپورٹ پیش کرے اور اردو کے فروغ کے لئے تجاویز پیش کرے۔ ریاستی سطح پر اترپردیش اور بہار میں اردو اکیڈمیوں کا قیام عمل میں آیا۔ ہماچل پردیش میں اردو کو ثانوی زبان مانا گیا۔ ریاست جموں و کشمیر میں پہلی بار گورنر ریاست نے اسمبلیوں کے مشترکہ اجلاس میں افتتاحی خطبہ اردو میں پڑھا اور ریاست کا بجٹ اردو میں پیش کیا گیا دہلی کے چیف ایگزیکیٹیو کاؤنسلر اور اترپردیش اور بہار کے وزرائے اعلیٰ نے اعلان کیا کہ پرائمری سطح پر تمام سرکاری اسکولوں میں اردو پڑھانے کا انتظام کیا جائے گا اترپردیش میں گورنمنٹ گزٹ اردو میں چھپنے لگا دہلی سے آل انڈیا ریڈیو نے روزانہ ۹ گھنٹے کا اردو پروگرام اپنی بیرونی سروس میں شروع کیا۔

مانتا ہوں کہ یہ سب کچھ کافی نہیں ہے اردو کو اس کے جائز حقوق اس وقت تک نہیں مل سکتے جب تک اسے ان تمام ریاستوں میں دوسری سرکاری زبان تسلیم نہیں کیا جاتا جہاں اردو بولنے والوں کی تعداد کافی ہے لیکن ان مراعات کی طرف ہمیں اپنا بنیادی رویہ طے کرنا ہوگا۔ میرے نزدیک ہم ان تمام مراعات سے نہ تو مکمل طور پر بے نیاز ہو سکتے ہیں نہ انھیں مکمل طور پر رد کر سکتے ہیں اور نہ انھیں کافی سمجھ کر مطمئن ہو سکتے ہیں ضرورت ہے کہ اردو کو تمام اردو والے علاقوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دلانے کی جدوجہد جاری رہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اردو دوست ان تمام مراعات اور وعدوں وعید پر عمل درآمد کے لئے حکومت کو مجبور کرتے رہیں اور عمل درآمد کی نگرانی کرتے رہیں جمہوریت مستقل چوکسی چاہتی ہے اور کوئی وعدہ اور منصوبہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک عوام کا اچھا خاصہ باعمل اور فعال حصہ اس پر عمل درآمد کی مستقل خبر گیری نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے آج کے اردو دوستوں کو نئے حالات میں اپنی دوہری ذمہ داریوں کی طرف متوجہ ہونا لازم ہے۔

نئے حالات نے اردو دوستوں پر عموماً اور اردو معلمین پر خصوصاً نئی ذمہ داریاں لا ڈالی ہیں۔ آج وہ صرف اردو ادب کا صحیح ذوق پیدا کرنے اور اردو زبان کو شستہ اور شائستہ انداز سے برتنا سکھانے ہی کے ذمہ دار نہیں بلکہ اردو کا مستقبل ملک میں جمہوریت کے مستقبل سے وابستہ ہونے کی وجہ سے جمہوری قدروں کے پاسبان بھی ہے اور اردو کے بارے میں غیر اردو داں سماج میں مناسب فضا پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی ان پر آپڑی ہے ان ذمہ داریوں کے علاوہ ان کے اپنے پیشے کی ذمہ داریاں بھی

(باقی صفحہ [illegible] پر)

مراسلات

قاعدۂ ہندی ریختہ کے بارے میں

میں حضرت مولانا (غوث پیر) نہال محمد دمی صاحب کا نہایت ممنون ہوں کہ انھوں نے ادارۂ المخدوم" (ڈاکخانہ ذ ندور، ضلع کڑپہ آندھرا پردیش) کی طرف سے زبان اردو کی ابتدا کے مسئلے سے متعلق اردو کے حروف تہجی اور "محاورات کی مختصر فرہنگ" کے بعد میری مرتب کی ہوئی میری کتاب "قاعدۂ ہندی ریختہ عرف رسالۂ گل کرسٹ" بھی شائع کردی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر نیر اقبال صاحب کا نہایت عالمانہ "تبصرہ" ہماری زبان" بابت ۱۵رجولائی ۷۳ء میں نظر نواز ہوا جس کے لئے میں ان کا شکرگزار ہوں البتہ صرف دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱- میں نے کہیں بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ "قاعدۂ ہندی ریختہ" "میری" "تالیف" ہے یہ محض ڈاکٹر نیر اقبال صاحب کا حسن ظن ہے۔

۲- موجودہ معلومات کی روشنی میں اُن مسائل سے متعلق جو ڈاکٹر نیر اقبال صاحب نے اٹھائے ہیں کوئی قطعی بات کہنی میرے لئے ممکن نہیں تھی ان کے اس عالمانہ تبصرے کو پڑھنے کے بعد بھی میرے لئے اس سے زیادہ کچھ کہنا کہ جو میں کتاب کے "مقدمہ" میں کہہ چکا ہوں ممکن نہیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ "حقایق کی تلاش" میں ڈاکٹر صاحب کو کامیابی حاصل ہو۔ میری طرف سے انھیں اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ اگر واقعی کوئی حقیقت اُن کی کوششوں سے سامنے آئی تو میں اسے نہ صرف قبول کروں گا بلکہ ان کا احسانمند بھی ہوں گا۔

انھوں نے اس بارے میں جن مضامین کی نوید سنائی ہے میں ان کا مشتاق ہوں۔ فقط

علی گڑھ۔　　　　• محمد انصار اللّٰہ

پرائمری کے اردو اساتذہ کے تقرر میں تاخیر

جولائی کا دوسرا ہفتہ ختم ہو رہا ہے اور پرائمری اسکول یکم جولائی سے کھل چکے ہیں لیکن نئے اردو استادوں کا ابھی تک تقرر نہیں ہوا ہے۔ اس معاملہ میں بہت جلدی کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا مسئلہ اس قسم کے استادوں کی ٹریننگ کا ہے۔ موجودہ "ہماری زبان" کے صفحات میں ایک اردو میڈیم گورنمنٹ نارمل اسکول کے قیام کا مسئلہ اٹھایا جا چکا ہے۔ اب معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کے نارمل اسکول کے قیام کا معاملہ گورنمنٹ کے زیر غور ہے۔ دفتری اور لال فیتہ کے وجہ سے اس کام میں بہت دیر ہو رہی ہے۔ "ہماری زبان" کے ذریعہ میں محترم گورنر صاحب اتر پردیش سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس معاملہ میں براہ کرم جلدی کرانے کی کوشش کریں تاکہ اردو کے استادوں کو تعلیمی نفسیات انتظام مدرسہ اور متعدد مضامین پڑھانے کا طریقہ اردو میڈیم کے ذریعہ پڑھایا جا سکے اور ان کا شمار تربیت یافتہ اساتذہ میں ہو۔

بدایوں۔　　　　• مبشر علی صدیقی

غالب کے ایک شعر کا مطلب؟

غالب کے غیر متداول کلام میں ایک غزل کا مطلع ہے ؎

لطف نظارۂ قاتل دم بسمل آئے
جان جائے تو بلا سے پہ کہیں دل آئے

اس غزل کے ایک شعر مندرجہ ذیل کی شرح کا طالب ہوں۔ قارئین کرام سے کوئی صاحب بذریعہ "ہماری زبان" شرح فرمائیں تو موجب ادب نوازی ہوگا۔

شرح طلب شعر یہ ہے۔

وہ نہیں ہم کہ چلے جائیں حرم کو اے شیخ
ساتھ حجاج کے اکثر کئی منزل آئے

حیدرآباد۔　　　　• محمد فضل الرحمٰن

جناب جاں نثار اختر کا پہلا تخلص

"سب کہاں" عنوان کے تحت گوالیار کے قدیم شعرا پر مقالہ ترتیب دے رہا ہوں تقریباً ۵۰ سال پیشتر گوالیار میں منعقد ہونے والے ایک یادگار مشاعرہ میں پڑھا جانے والا کلام پیش نظر ہے اسی سلسلہ میں ایک ایسا انکشاف ہوا جو اب تک میرے علم میں نہیں تھا وہ یہ کہ ملک کے مشہور ادیب اور شاعر جناب جاں نثار اختر اس وقت مجنی تخلص اختیار کرتے تھے ثبوت میں ان کی ایک غزل کا مقطع پیش ہے ؎

وقت آخر اُن سے مجنی مانگ لے
مانگ سے اُن کی دوپٹہ کا کفن

بعد میں غالباً اپنے والد جناب مضطر خیرآبادی کی وفات کے بعد برادران بزرگ بسمل اور مضطر کی مناسبت سے اختر تخلص تبدیل کر لیا۔

جبلپور۔　　　　• خاور جبلپوری

انجمن کی خبریں

ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش کے مندوبین کا اجتماع

ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش کے مندوبین کا اجتماع ۳۰ رجون ۱۹۷۳ء کو لکھنؤ میں ممتاز انٹر کالج باغ گونگے نواب امین آباد (لکھنؤ) میں بابو شیو ناتھ پرشاد صدر ریاستی انجمن کی صدارت میں ہوا۔ جس میں ریاستی شاخ کی مجلس عاملہ کے اراکین اور ملحقہ شاخوں کے ۵۵ نمائندوں نے حصہ لیا۔

پہلی نشست۔ ۹ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک۔ ریاستی مجلس عاملہ اور مجلس عام کا مشترکہ جلسہ ہوا۔ جلسہ میں گورنر میر اکبر علی خاں صاحب کی خدمت میں پیش کئے جانے والے توجہ نامہ پر غور کیا گیا۔ یہ توجہ نامہ ریاستی انجمن کے سکریٹری راحت علی خاں نے پڑھ کر سنایا اور پھر اسے نمائندوں کے جلسۂ عام نے منظور کیا۔

اس کے علاوہ جلسہ نے ضروری سمجھا کہ آئندہ تعلیمی سیشن سے پرائمری اسکولوں میں تقریباً ۵ لاکھ اردو کے طالب علم بھرتی کرائے جائیں۔ یہ ریزولیشن ڈاکٹر ادارحمان جامعی صاحب نے پیش کیا اور خواجہ محمد رافق ایڈوکیٹ (لکھنؤ) کی تائید سے وہ منظور کیا گیا۔ تقریباً چار ہزار اردو کے نئے ٹیچروں کے انتخاب کے سلسلہ میں کارکنوں میں عام بے چینی تھی اس کے لئے ایک قرارداد معین الدین فریدی صاحب (آگرہ) نے پیش کی جسے اتفاق رائے سے پاس کیا گیا۔ اسی طرح تعلیمی امور اور اردو کے دوسرے مسائل پر عام مباحثہ ہوا۔ اسکولی اور تعلیمی مہم کا کنوینر سلطانہ حیات صاحبہ کو مقرر کیا گیا۔

دوسری نشست۔ ۳ بجے دن سے ۵ بجے شام تک۔ اس نشست میں انجمن کے مطالبات مرتب کئے گئے لیکن طے پایا کہ یہ مطالبات کافی تفصیلی بحث چاہتے ہیں اور آپ عجلت کر کے توجہ نامہ میں شامل کرنا مناسب نہیں ہے اس غرض سے گورنر صاحب کی خدمت میں ایک وفد جانا چاہئے۔

عام اجتماع۔ آخری اجتماع ۵½ بجے شام کو ہوا۔ ڈاکٹر شجاعت علی صدیقی نے جلسہ کی کارروائی شروع کی پہلے عمر انصاری نے ایک نظم "اردو کی کہانی" پڑھی پھر مقبول احمد لاری صاحب نے صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ پڑھا اس کے بعد انجمن کے سکریٹری راحت علی خاں نے توجہ نامہ پڑھا جو ریاستی انجمن کی کارکردگی، انجمن کے سرکاری موقف اور لکھنؤ میں اردو ہال کی تعمیر سے متعلق تھا۔ سلطانہ حیات صاحبہ نے انجمن کی اسکولی اور تعلیمی مہم سے حاضرین کو روشناس کرایا۔ حیات اللہ انصاری صاحب نے اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ انجمن نے اپنی ۲۱ لاکھ دستخطوں والی درخواست ۱۹۵۳ء کو پیش کی تھی اور اب ۱۹۷۳ء پورے ۲۰ سال ہو گئے۔ ۲۰ سال میں گھورے کے دن بھی پھر جاتے ہیں لیکن اردو کو یہ بھی نہ ملا۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ حکومت اسے ایسا حق دے جو چھینا جا سکے۔

گورنر کا جواب۔ عزت مآب میر اکبر علی خاں گورنر نے ریاستی انجمن کے مندوبین کو خطاب کرتے ہوئے ریاستی انجمن کی کارکردگی پر مسرت کا اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ریڈیو پروگرام کے ذریعہ تمام ضلع حکام کو ہدایت کر دی ہے کہ اردو ٹیچروں کی تقرریوں میں کوئی بے ضابطگی نہیں ہونا چاہئے اور یہ تقرریاں جلد ہوں۔ علاوہ ازیں اردو کے متعلق سرکاری اعلانات اور حکومت کی مراعات پر سختی سے عمل درآمد ہو۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ محض حکومت پر تکیہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اردو کے کارکنوں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی اردو کو زندہ رکھنے میں دلچسپی لیں۔

آخر میں صدر جلسہ بابو شیو ناتھ پرشاد نے ایک دلچسپ اور پُر مغز تقریر کرتے ہوئے گورنر کا شکریہ ادا کیا اور مندوبین پر زور دیا کہ وہ نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ واپس ہوں اور اردو کی اسکولی اور تعلیمی مہم کو کامیاب بنا دیں۔

ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش کے اس خصوصی اجتماع میں ریاست بھر کے تقریباً ڈھائی سو مندوبین شریک ہوئے جس میں ریاستی انجمن کے اراکین، شاخوں کے نمائندے، معززین شہر، وکلاء، یونیورسٹی کے اساتذہ، سماجی کارکن، پریس کے نمائندگان، آل انڈیا ریڈیو، محکمہ اطلاعات یو پی اور دیگر ادبی انجمنوں کے نمائندہ حضرات شامل تھے۔

• راحت علی خاں سکریٹری ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش

انجمن ترقی اردو سنبھل کی گورنر صاحب کی خدمت میں عرضداشت

سنبھل۔ انجمن ترقی اردو سنبھل نے ریاستی گورنر جناب اکبر علی خاں سے ایک عرضداشت میں یہ اپیل کی ہے کہ مقامی مہاتما گاندھی میموریل ڈگری کالج میں اردو کی اعلیٰ تعلیم کے لئے معقول بندوبست کیا جائے۔ کہا گیا ہے کہ سنبھل ضلع مراد آباد کی تاریخی تحصیل ہے یہاں کی ۷۰ فیصدی آبادی کی مادری زبان اردو ہے لیکن اردو کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ضلع بھر میں کہیں نہیں ہے۔ اردو میں ایم۔ اے کرنے کے خواہشمند طلبہ اپنی بے مائیگی کی بدولت محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں اردو میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز کا جلد آغاز کیا جائے۔

نیز انجمن نے ریاستی گورنر سے مطالبہ کیا ہے کہ ضلع مراد آباد میں اردو ٹیچرز کے تقرر میں کی جانے والی بدعنوانیوں کی تحقیقات کی جائے اور ذمہ داروں کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔ مطالبہ میں کہا گیا ہے کہ مراد آباد جیسے اردو داں ضلع میں صرف ۲۵ ٹیچرز کے تقرر کا فیصلہ کیا گیا ہے جبکہ اس ضلع میں سنبھل ...

حسن پور جیسے واضح اکثریت والے علاقے شامل ہیں۔ صرف سنبھل نگر پالیکا کے اسکولوں کی تعداد ۲۷ ہے اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کتنی دھاندلی ہورہی ہے۔

• جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو سنبھل

گلبرگہ کی شاخ کے قضیے کا فیصلہ

انجمن ترقی اردو شاخ گلبرگہ (میسور) کی غیر جمہوری تنظیم کے خلاف گلبرگہ کے کچھ نوجوان ادیبوں اور اردو دوستوں کو عرصہ سے شکایت تھی۔ مرکزی انجمن کی مداخلت اور جناب سری نواس لاہوٹی رکن مجلس عاملہ مرکزی انجمن کی مصالحانہ کوششوں سے اب یہ اختلافی کشمکش ختم ہوگئی ہے۔

گلبرگہ کی انجمن کے صدر جناب محمد عبدالرحیم خاں صاحب آرزو نے اپنی مجلس عاملہ سے باقاعدہ منظوری حاصل کرکے فریق ثانی سے اس موضوع پر خوشگوار ماحول میں بات چیت کی اور مندرجہ ذیل آن کے ۱۷ نمائندوں کو انجمن کی مجلس عاملہ میں شامل کرکے فضا کو اردو کے حق میں سازگار بنالیا ہے۔ ممبران کے نام یہ ہیں:-

(۱) جناب سید حبیب الرحمٰن صاحب (۲) جناب وہاب عندلیب صاحب (۳) جناب حکیم شاکر صاحب (۴) جناب اسماعیل نازی صاحب (۵) جناب راہی قریشی صاحب (۶) جناب اقبال احمد صاحب ایڈوکیٹ (۷) جناب شیو راج پاٹل صاحب (۸) جناب ایچ کشن راؤ صاحب (۹) جناب مقصود علی صاحب (۱۰) جناب سنت کونڈوی صاحب (۱۱) قاسم شاہپوری صاحب (۱۲) حامد اکمل صاحب (۱۳) جناب مختار قریشی صاحب (۱۴) جناب بدر تمیدی صاحب (۱۵) جناب شاہد فریدی صاحب (۱۶) جناب غلام احمد خاں صاحب (۱۷) محمد حسن خاں صاحب

• نامہ نگار

ضلع نظام آباد (آندھرا) میں اردو جماعتوں کے قیام کا مطالبہ

معتمد انجمن ترقی اردو نظام آباد جناب غلام نبی نصرت نے ایک صحافتی بیان جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ مقامی انجمن کی نمائندگی اور کوشش کی ایجوکیشن کمیٹی کے صدر جناب عبدالحق کی مساعی کے نتیجہ میں کوشش میں سال حال ضلع پریشد ہائی اسکول میں جماعت ششم اردو کے قیام کی منظوری دے دی ہے۔ نیز اس تجویز پر بھی عاجلانہ کارروائی کا تیقن دیا ہے کہ گرلز اسکول کاماریڈی میں اس سال جماعت ششم اردو کے قیام کی منظوری دی جائے۔ مقامی انجمن بھی شدید اداران مجاز سے نمائندگی کررہی ہے کہ نظام آباد ڈگری کالج میں تلگو میڈیم کے ساتھ اردو میڈیم کا متوازی انتظام کیا جائے تاکہ اردو، تلگو میڈیم سے میٹرک میں کامیاب کرنے والی طالبات کو اعلیٰ تعلیم کا موقع مل سکے۔

• نامہ نگار

محبوب نگر کے مدارس اور کالجوں میں اردو اسٹاف کا مطالبہ

محبوب نگر:- انجمن ترقی اردو ضلع محبوب نگر کی جانب سے گورنمنٹ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ جونیئر کالج ناگر کرنول اور جونیئر کالج نارائن پیٹھ میں اردو سیکشن کے لئے سائنس اور کامرس کے لیکچراروں کا تقرر کیا جائے اور اردو طلبہ کے لئے سائنس اور کامرس کے شعبہ جات قائم کئے جائیں۔

حکومت آندھرا پردیش نے مدرسہ فوقانیہ نسواں محبوب نگر کی موجودہ عمارت میں گرلس جونیئر کالج (تلگو اور اردو سیکشن) کے قیام کی منظوری دے دی ہے۔

• نامہ نگار

سیتامڑھی (بہار) میں مشاعرہ

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی ضلعی شاخ سیتامڑھی کے زیر اہتمام جناب تارنی پرشاد ورما (ایم۔ اے۔ بی۔ ایل) کی صدارت میں ایک مقامی مشاعرہ منعقد ہوا۔

مشاعرہ میں ہندی اور اردو کے مقامی شاعروں نے اپنے کلام سے سامعین کو نوازا۔

• نیاز الدین نیازی سکریٹری

ننگوجی گوڑہ میں اردو کی چھٹی جماعت کے قیام کا مشروط تیقن

ننگوجی گوڑہ حیدرآباد۔ ننگوجی گوڑہ کے اردو داں عوام کے ایک نمائندہ وفد نے ڈی ای او جناب نگر سے ملاقات کرکے ننگوجی گوڑہ میں اردو کی چھٹی جماعت کے لئے قیام کا مطالبہ کیا۔ ڈی ای او نے بعد معائنہ مدرسہ جماعت کے قیام کا تیقن اس شرط پر دیا ہے کہ کم از کم ۳۰ بچوں کے نام شریک جماعت کرائے جائیں۔ لیکن فی الوقت ۱۲ بچوں ہی کے نام درج کرائے جاسکے ہیں۔

اہالیان ننگوجی گوڑہ کو ان حالات سے سخت تشویش پیدا ہوگئی ہے اور انھوں نے انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے آرگنائزنگ سکریٹری جناب سری نواس لاہوٹی کو اس جانب توجہ دلائی ہے۔

• نامہ نگار

اخباروں سے تراشے

چراغ تلے اندھیرا

وانمباڑی۔ وزیر اعظم کے حلقۂ انتخاب ضلع رائے بریلی میں بینک، جنگل، پوسٹ آفس، تعلیم وغیرہ تمام محکموں میں اردو میں درخواستیں اور عرضیاں نہیں لی جاتی ہیں اور اگر بہت کہنے سننے پر لے لی جاتی ہیں تو ان پر کارروائی نہیں ہوتی ہے ملازمین اور افسران زیادہ تر اردو نہیں جانتے اور تنگ نظری و تعصب کی وجہ سے اردو میں لکھا ہوا منی آرڈر فارم نہیں دیتے ہیں روپیہ نکالتے وقت اندراج اردو میں ہونے پر بہت پریشان کرتے ہیں عدالتوں میں اردو میں درخواستوں کے سلسلہ میں ہندی میں ترجمہ لیا جاتا ہے اردو ٹیچرز کے تقرر میں بھی یہاں دھاندلی کی گئی ہے جو ہندی ٹیچر تھے اور جن کے پاس کبھی کسی درجہ میں اردو رہی ہے ان کو اردو ٹیچر بنا دیا گیا ہے اور نئے اردو جاننے والے ٹیچر نہیں رکھے گئے اور نہ درخواستیں باقاعدہ لی گئیں۔

• سیاست جدید کانپور

ڈگری کالجوں میں اردو تعلیم کے لئے سرکاری امداد

لکھنؤ۔ ریاستی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ریاست کے جو ڈگری کالج اردو پڑھانا چاہیں گے ان کو حکومت اس سلسلے میں موجودہ مالیاتی سال سے امداد دے گی۔

اس سلسلے میں درخواستیں ڈائرکٹر ایجوکیشن (ہائر ایجوکیشن) یو.پی. الہ آباد کے پتے پر ۳۱ر جولائی تک پہونچ جانا چاہیے ہیں۔

• قومی آواز۔ لکھنؤ

اردو ہال کے لئے حکومت کا عطیہ

لکھنؤ: گورنر اکبر علی خاں نے حکومت یو.پی. کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ اردو ہال کی تعمیر کے لئے ریاستی انجمن ترقی اردو کو دیا ہے۔ انجمن کے صدر جناب شیونا تھ پرشاد کو اس رقم کا چیک بھیجتے ہوئے گورنر صاحب نے ایک خط میں امید ظاہر کی ہے کہ محبان اردو بھی اس کام کے لئے فراخدلی سے چندہ دیں گے۔

پچھلے دنوں ریاستی انجمن کے جلسے میں اردو ہال کی تجویز گورنر صاحب کے سامنے پیش کی گئی تھی۔

• قومی آواز۔ لکھنؤ

امروہہ ڈگری کالج میں اردو کے لئے احکامات

دہلی:۔ آج ہندو ڈگری کالج امروہہ کی اردو

یونین ایکشن کے کنوینر علی اکبر نقوی اور سید منتظر حسین نقوی نیز دوسرے ممبران پر مشتمل ایک وفد نے وزیر تعلیم پروفیسر نور الحسن سے ملاقات کی اور وزیر موصوف کو ایک میمورنڈم پیش کیا جس پر موصوف نے کالج مذکور میں اردو شعبہ کے قیام کی تاخیر پر وائس چانسلر آگرہ یونی ورسٹی کو فوری طور پر توجہ دلائی۔

وزیر موصوف نے جناب اکبر علی نقوی کو یہ یقین دلایا کہ امسال نئے شروع ہونے والے تعلیمی سال سے ہی شعبۂ اردو کا قیام عمل میں آجائے گا۔

• الجمعیۃ۔ دلی

اردو نہیں صرف اردو لکھاوٹ

عرصہ سے سرکاری خبر یہ تھی کہ یو.پی. سے سرکاری گزٹ اردو میں بھی نکلے گا۔ اس سلسلہ میں تازہ ترین اطلاع یہ موصول ہوئی ہے کہ گزٹ اردو میں نہیں صرف اردو رسم خط میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے یعنی اس کی زبان الفاظ جملوں کی ساخت سب ہندی ہی کی ہوگی صرف وہ چھپا ہوا اردو حروف میں ہوگا اور یہ فیصلہ بھی ابھی تک کاغذی ہی ہے کیونکہ ابھی تک گزٹ کو اردو رسم خط میں لکھنے کی نہ منظوری ہوئی ہے اور نہ اشاعت کے تقرر کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔

• صدق جدید

اردو تعلیم کے انتظام کا مطالبہ

فیض آباد:۔ ساکیت ڈگری کالج میں درجہ بی اے سال اوّل سے اردو مضمون پڑھائے جانے کے لئے طلبہ نے مانگ کی ہے۔ طلبہ کی ایک تعداد دوسرے مضامین کے ساتھ اردو مضمون بھی پڑھنا چاہتی ہے جس کے لئے طالب نے چانسلر، وائس چانسلر گورکھپور یونیورسٹی، اردو اکاڈمی اتر پردیش اور منیجر ساکیت ڈگری کالج کے نام درخواستیں ارسال کر دی ہیں اور مطالبہ کیا ہے کہ اردو بی اے سال اوّل میں پڑھائے جانے کا فوراً بندوبست کیا جائے

• سیاست جدید کانپور

(صفحہ ۸ سے آگے)

سمعی اشراکت لازمی ہے تدریس عمل میں ہمیں ٹیپ ریکارڈ، ریکارڈ پلیئر پروجیکٹر اور لنگوا فون جیسے وسائل استعمال کرسکتے ہیں اور اپنے طریق تعلیم کو ان کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ اردو اساتذہ کے ریفریشر کورس کی ضرورت ہے جس میں صرف مقالے اور تقریریں نہ ہوں بلکہ نثر اور نظم کے بعض ٹکڑوں کو پڑھانے کی مشق ہو اور اس کے ساتھ ساتھ زیادہ موثر طریق تعلیم اختیار کرنے کی مشقیں اور نئے تدریسی پروجیکٹ تیار کئے جائیں۔

ہماری زبان پچھلے پچیس سال میں باوجود تمام نا انصافیوں کے پھیلی اور بڑھی ہے پریس۔ ریڈیو، فلم اور چھاپے خانوں نے ملک کے تمام میں کھینچ دی ہیں رسل و رسائل کے وسیلے بہت بڑھ گئے ہیں اب یہ ممکن نہیں کہ کسی ایک شہر کو زبان کی ٹکسال مان لیا جائے اور وہاں بولی جانے والی اردو سند کا درجہ اختیار کرے اس لئے ہر علاقے میں بولی جانے والی اردو کی مقامی اور علاقائی خصوصیات کا جائزہ لینا ہوگا ان میں جو الفاظ، تراکیب اور محاورے اردو کے عام مزاج سے مطابقت رکھتے ہیں انھیں اپنانا ہوگا اردو شاید ہندوستان کی سب زبانوں سے زیادہ STANDARDISED زبان ہے یہ بات بڑے فخر کی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو نے اپنی علاقائی بولیوں کی انفرادیت کی طرف توجہ نہیں دی ہے۔ آج اردو کو اپنی بولیاں پہچاننے اور ان کی ضابطہ بندی کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

یہی حال قواعد کا بھی ہے اردو کی قواعد خاطر خواہ طور پر ابھی تک مرتب نہیں ہوئی ہے۔ ضروری ہے کہ ہر علاقے کے اردو دوست صحیح زبان کے گر سے نہ صرف آشنا ہوں بلکہ صحت زبان، صحت قواعد اور صحت تلفظ حاصل کرنے کے وسائل بھی ان کے پاس موجود ہوں۔ آج تک ہم نے تلفظ کی کوئی لغت مرتب نہیں کی تذکیر و تانیث، جمع اور واحد کے قواعد کی ضابطہ بندی نہیں کی۔ ضرورت ہے کہ اردو کی ہندوستان گیری ہی نہیں جہان گیری کو سامنے رکھ کر یہ کام کیا جائے۔

اس سلسلے کی ایک بات یہ بھی ہے کہ پچھلے پچیس سال میں اردو زبان کی ابتدا اور ادبی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر جو کام اب تک ہوا ہے اس کا سمیٹنا بھی اردو تدریس کا فرض ہے ہمارے نصاب میں کہیں اس تازہ تحقیق کا نشان نہیں ملتا جو ہمارے بہترین محققین کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ انجمن اساتذہ اردو کے ماتحت اس تحقیق اور ترتیب کی کوئی سہولت فراہم کی جائے اور ہر مرتبہ کانفرنس کے موقع پر اس طریقے کی معلومات مرتب کرکے تمام اساتذہ تک پہنچائی جائیں۔ پچھلے اجلاس کی تجاویز میں سب سے اہم تجویز اردو یونیورسٹیوں کے قیام کی تھی جسے پورے ملک کے علمی حلقوں سے لے کر اخبارات تک سبھی نے لائق توجہ سمجھا اس کی حمایت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بات سنجیدہ مباحث کا موضوع بنی ہوئی ہے اس کانفرنس میں بھی اپنی پرانی تجاویز کی پیش رفت پر نئے سرے سے غور کرنا ہوگا اور انھیں زیادہ ٹھوس اور عملی شکل دینی ہوگی

ہم اور آپ ایک ایسے تاریخی موقع پر یکجا ہوئے ہیں جب اردو کے بارے میں کئی اہم فیصلے متوقع ہیں گجرال کمیٹی جولائی میں اپنی رپورٹ پیش کرنے والی ہے اس کے علاوہ دوسرے کئی وسائل بھی اردو کے لئے نئے امکانات فراہم کرسکتے ہیں وقت اردو دانوں سے نئے تقاضے کر رہا ہے۔

آج سے پہلے شاید ہی کبھی اردو والوں کو اتنی زیادہ اتفاق، یکجہتی اور اجتماعی مشوروں کی ضرورت رہی ہو میں تمام رفیقوں کا خیر مقدم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کے مذاکرات سے اردو کی تعلیم و تدریس کی راہیں روشن ہوں گی۔

(صفحہ ۱۱ سے آگے)

ترقی اردو بورڈ کو اردو کی جس خدمت کا موقع ملا ہے اس سے فائدہ نہ اٹھانا اردو دشمنی ہوگا۔ چند افراد کے فائدے یا وقتی مصالح سے کہیں زیادہ اہم اردو کی زندگی اور مستقبل کا سوال ہے اس لئے اردو سے محبت کا حقیقی جذبہ رکھنے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ محدود ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے اردو کو نقصان نہ پہنچائیں۔ انفرادی نقصانات کی تلافی تو ممکن ہے مگر اجتماعی اور قومی نقصان کی تلافی ممکن نہیں۔ اردو کو اپنی زندگی اور علمی امکانات کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے اس وقت جو موقع ملا ہے وہ آخری موقعہ ہے اگر ہم نے اسے بھی ضائع کردیا تو پھر اردو کا خدا ہی حافظ ہے۔

صفحہ ۱۲ سے آگے

لوگوں کو تو ملک بھر میں سورج لے چراغ لے کر ڈھونڈھنا ہوگا۔

میں حسرت موہانی کی طرح انسائیکلوپیڈیا کے کام کو ناممکن نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے لئے نہ تو قاموسی علم کی ضرورت ہے نہ بڑے تخلیقی ذہن کی۔ انگریزی میں اتنی قاموسیں موجود ہیں کہ کسی ایک کو نمونہ بنا کر اور اُسے سامنے رکھ کر اردو میں ایک اوسط ضخامت کی قاموس تیار کرائی جا سکتی ہے۔ یہ کام ممکن اس لئے ہے کہ اس وقت مرکزی حکومت اس کے لئے مالی وسائل مہیا کر رہی ہے جس کے بغیر یہ اور ایسا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اس کام کی تکمیل کے لئے محنت اور دیانت کے علاوہ دو اور شرائط لازمی ہیں: ایک تو یہ کہ ایسے لوگ جمع کئے جائیں جو مختلف علوم کے ماہر ہوں اور دوسرے اردو کی علمی زبان پر بھی ویسی ہی قدرت رکھتے ہوں۔ زبان سے ماہرانہ واقفیت ایک طرح سے شرطِ اوّل ہونی چاہئے۔ علوم کے ماہر تو غیر اردو داں بہت مل جائیں گے اور اردو جاننے والوں میں بھی ان کی تعداد خاصی نکل سکتی ہے لیکن دوسری طرف اردو میں اپنے مخصوص علم کے میدان میں لکھنے کا کام کرنے والوں کو شمار کرنے کے لئے ایک ہاتھ کی انگلیاں ہی کافی ہو سکتی ہیں۔

اس قحط الرجال کے باوجود مناسب ہمت افزائی اور تعاون سے ایسے افراد تیار کئے جا سکتے ہیں جو اردو میں علمی کام کرنے کے اہل ہوں اور انھیں اس طرف متوجہ کیا جائے۔ ریٹائرڈ حضرات سے کبھی کبھی کام لینا ناگزیر سہی مگر ہمارے ملک میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی بڑی تعداد ہے اور ایسے برسرکار افراد کی بھی کمی نہیں جنھیں حالات کے جبر اور ملک میں بڑھتی ہوئی علمی بددیانتی کی وجہ سے کام کرنے کے خاطر خواہ مواقع حاصل نہیں یا ان سے مناسب کام نہیں لیا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں ضرورت ہے کہ کسی بڑے اور تعمیری کام میں نسبتاً جوان ذہنوں کی خدمات سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

انسائیکلوپیڈیا کا کام حیدرآباد میں ہو سکتا ہے اسی طرح جیسے لغت اور ڈکشنری کی تیاری کا کام علی گڑھ میں ہو رہا ہے یا تراجم اور اصطلاحات سازی کا کام دلی کے مرکزی دفتر کے اہتمام سے کرایا جا رہا ہے مگر یہ سمجھنا کہ صرف حیدرآباد کے افراد پر مشتمل ماہرین کی کمیٹیاں بنا کر اس کام کو تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے، غلط رویّہ ہوگا۔ لغت، ڈکشنری، اصطلاحات، تراجم کرانے والی ماہرین کی کمیٹیوں سے ہندوستان کے ہر علاقے اور مختلف یونیورسٹیوں کے اساتذہ وابستہ ہیں۔ یہ کام پورے ملک کے تعاون سے ہی ہو سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف انسائیکلوپیڈیا کے لئے مختلف علوم اور شعبوں کے لئے ماہرین یا سب ایڈیٹرز کی جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان میں صرف حیدرآباد ہی کے افراد شامل ہیں۔ اگر باہر کے کچھ افراد ہیں بھی تو برائے نام۔ جہاں تک میری معلومات ہیں ان کمیٹیوں میں بعض ایسے افراد بھی ہیں جو اردو کی علمی زبان تو کیا معمولی کام کاج کی زبان سے بھی کم ہی واقف ہوں گے۔ جہاں تک مخصوص علم میں مہارت کا سوال ہے علم دانی کا اندازہ کسی کے عہدے سے کرنا غلط ہوگا کیونکہ ہماری یونیورسٹیوں میں تقررات اور ترقیوں میں علم ایک ضمنی شرط ہے دوسرے غیر علمی مصالح کہیں زیادہ کام کرتے ہیں۔ ایک معیار یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کو لیا جائے جنھوں نے اردو میں علمی کام کیا ہو۔ انسائیکلوپیڈیا کی کمیٹیوں کے ارکان کھو رہے ہیں اور لکھوانے کے بعد ان کی تدوین و تصحیح کے تعین اور زبان کی اصلاح کا کام بھی کریں گے۔ اگر سب ایڈیٹر ایسے ہوں جو کسی ایک یا بعض صورتوں میں دونوں کاموں کے اہل نہ ہوں تو انسائیکلوپیڈیا جس شان کی تیار کرائی جائے گی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

انسائیکلوپیڈیا کے ادارتی بورڈ میں تو ہندوستان کے کئی معتبر اہلِ علم موجود ہیں جو اردو پر بھی قدرت رکھتے ہیں مگر یہ بورڈ صرف ادیری سطح پر کام کرے گا۔ اصل کام کی نگرانی حیدرآباد کا دفتر اور کمیٹیوں کے ارکان یا ممبر ہی کریں گے۔ یہ ایک اچھی بات ہے کہ خود فضل الرحمن صاحب ایسی بڑی شخصیت جو چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے اس کام کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔ فضل الرحمن صاحب کی دیانت داری، علمی لگن اور تراجم کے تجربے سے انکار کرنا حق ناشناسی ہوگی لیکن محض ایک فرد اس کام کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک اسے اردو کے بہترین دماغوں کا اس کام میں پورا پورا تعاون حاصل نہ ہو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ موجودہ انتظام و انصرام کو دیکھتے ہوئے اس کام میں انھیں پورا ملک تو بڑی چیز ہے، خود حیدرآباد کے اچھے لوگوں کا مکمل تعاون بھی مشکل ہی سے مل سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ کمیٹیوں کی ازسرِنو تشکیل کی جائے اور انھیں ملک گیر نمائندگی دے دی جائے۔

اردو کے اکثر مفید اور بڑے کام خود ہماری علاقہ داریت، احباب نوازی اور اقربا پروری کے ہاتھوں تباہ ہوتے رہے ہیں۔ حکومت سے شکایت تو اس وقت ہوگی جب ہم اس کی دی ہوئی امداد کو اردو کے تعمیری کاموں میں دیانت اور محنت سے صرف کرنے کے اہل ہوں۔ اردو حکومت اور مخالفوں سے زیادہ خود اپنوں کی قتیل ہے۔ ریڈیو، ساہتیہ اکاڈمی اور ایسے جتنے بھی سرکاری نیم سرکاری ادارے ہیں وہاں اردو کو خود اردو والے ہی زیادہ نقصان پہنچاتے آئے ہیں۔

[illegible]

وحید اختر

میرا صفحہ

ایک روایت سنی ہے،

اردو ادیبوں کی ایک کانفرنس میں جہاں ملک کے بہترین سیاسی دماغ اور جنگ آزادی کے بیشتر قائدین مجتمع تھے کسی نے انسائیکلو پیڈیا کی تجویز رکھی۔ اس تجویز کی بہت شدومد سے تائید ہوئی۔ اس وقت مولانا حسرت موہانی کھڑے ہوئے، ان کے ذہن میں کانفرنس کے ناموسیوں کی زندگی، علمی تبحر اور تخلیقی صلاحیتوں کا مرقع تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ابھی ایسے لوگ نظر نہیں آتے جو اس مشکل کام سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ کسی نے پوچھا "کیا شہ نشین پر بھی ایسا کوئی عالم نہیں؟" مولانا نے ایک سرسری نظر ڈالی اور پورے وثوق سے کہا "شہ نشین پر بھی ایسا کوئی شخص نہیں جو اس کام کا اہل ہو" مجمع پر سناٹا چھا گیا اور تجویز واپس لے لی گئی۔

اس روایت کی صحت و عدم صحت کی تحقیق میرے پیش نظر نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ راوی نے سراسر مبالغہ کیا ہو، لیکن جہاں تک انسائیکلو پیڈیا کی تدوین کی غیر معمولی ذمہ داری کا کام ہے اس کی اہمیت پر اس روایت سے ضرور روشنی پڑتی ہے۔

اس وقت ترقی اردو بورڈ وزارت تعلیم مرکزی حکومت ہند کے زیر اہتمام اردو میں انسائیکلو پیڈیا کی تدوین کا کام ہو رہا ہے اور یہ کام حیدرآباد کے ایک تحقیقی ادارے ابوالکلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سپرد کیا گیا ہے جس کے سکریٹری حیدرآباد کے محکمۂ آثار قدیمہ کے ایک وظیفہ یاب ناظم ہیں۔

جب سے ترقی اردو بورڈ نے اردو میں علمی اصطلاحات بنانے اور کتابوں کے تراجم کا کام شروع کیا تھا، حیدرآباد میں یہ احساس عام تھا کہ جامعہ عثمانیہ کے شہر کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور مختلف کمیٹیوں میں عثمانیہ کے سابق اور موجودہ اساتذہ کی نمائندگی اتنی نہیں، جتنی ہونی چاہئے تھی۔ اس سال دسمبر میں حیدرآباد میں اصطلاحات کا سمینار ہوا تو انجمن ترقی اردو کے استقبالیہ جلسے میں اس شکایت کا برملا اظہار کیا گیا۔ میں نے اور مختلف کمیٹیوں کے اراکین سے واقف افراد نے محسوس کیا تھا کہ شکایت ایک حد تک بجا سہی مگر اس کے اظہار میں مبالغے اور غیر ضروری شدت سے کام لیا گیا ہے۔ ترقی اردو بورڈ کے ارباب حل و عقد نے اس کا ازالہ اس طرح کیا کہ انسائیکلو پیڈیا کی اسکیم حیدرآباد کے سپرد کر دی۔

میں نے ایک دو سال قبل انہی صفحات پر اصطلاحات سازی، تراجم اور اردو میں علمی کام کو فروغ دینے کے سلسلے میں جامعہ عثمانیہ اور حیدرآباد کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر ترقی اردو بورڈ جامعہ عثمانیہ کی خدمات کو نظر انداز کرے اور اس سے کام نہ لے تو یہ حق ناشناسی بھی ہوگی اور خود اپنا زیاں بھی۔

اس وقت اصطلاحات کی مختلف کمیٹیوں اور ترجمے اور اوریجنل کتابیں لکھنے کا کام تفویض کرنے والی ماہرین علوم کی کمیٹیوں میں عثمانیہ سے تعلق رکھنے والے کئی ارکان کام کر رہے ہیں۔ اصطلاحات سازی کے کام میں بھی عثمانیہ کی اصطلاحات سے مناسب مدد لی جا رہی ہے۔

عثمانیہ میں اردو کے شاندار ماضی سے قطع نظر تصویر کا دوسرا رخ کچھ ایسا تابناک نہیں۔ پولیس ایکشن کے بعد انگریزی نے ذریعۂ تعلیم کی جگہ لے لی اور اردو کے ساتھ مسلسل و منظم ناانصافیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارالترجمہ جل کر خاک ہو گیا۔ وہ تراجم جو کوڑیوں کے مول بکنے لگے تھے، اب آنکھوں سے لگانے کو بھی نہیں ملتے۔ اردو شعبے کے باہر اردو عثمانیہ میں ایک اجنبی زبان بن گئی ہے۔ بیشتر اساتذہ ہماری زبان سے ناواقف ہیں، جو واقف ہیں وہ بھی بول چال کی زبان سے، زبان کی علمی روایت سے آشنا کمیاب ہیں اور اردو میں علمی کام کرنے والے تقریباً نایاب ہیں۔ پرانے علما یا تو اللہ کو پیارے ہو گئے" یا عمر کے تقاضے سے گوشہ نشین، جو کچھ سرگرم نظر آتے ہیں ان کے ذہنی قویٰ جدید علوم اور ان کے نئے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ عثمانیہ سے نکلنے والی نئی نسلیں اردو کی علمی زبان سے بے بہرہ اور اسے اپنے اظہار کے لئے برتنے سے قاصر ہیں۔ قصور اس میں نہ نئے لوگوں کا ہے نہ پرانوں کا، بلکہ اردو کا یہی حال ہندوستان کے ہر علاقے اور ہر یونیورسٹی میں ہے۔ دوسری یونیورسٹیوں میں تو اس سے بھی کہیں بدتر حال ہے۔ لیکن عثمانیہ کی حد تک دکھ اس لئے ہوتا ہے کہ یہ وہ یونیورسٹی ہے جس نے ایک ہندوستانی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کا پہلا شاندار اور کامیاب تجربہ کیا تھا۔ بہار جتنی نظر فریب تھی خزاں اتنی ہی عبرت ناک ہے۔

کوئی پندرہ سولہ برس کے وقفے کے بعد عثمانیہ کے آرٹس کالج میں ڈاکٹر خسرو سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا یہ ہماری یونیورسٹی معلوم ہوتی ہے؟" اب پرانے عثمانین نہ اپنی جامعہ کو پہچان سکتے ہیں نہ ان کی جامعہ ان کی زبان سمجھ سکتی ہے۔

اردو کی اس بے زبانی و بے چہرگی کے دور میں یہ توقع کرنا کہ صرف ایک شہر یا جامعہ ہی میں ایسے زبان و علوم کے ماہرین مل سکتے ہیں جو انسائیکلو پیڈیا ایسے کام کی ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہوں گے حقیقت سے گریز اور خود فریبی ہے۔ ایسے

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا